عالم اسلام کی اہم لائبریریاں

زکریا ورک*

Abstract

Public Libraries were first introduced by the Greeks. Libraries are considered Masters of the Masters. The word Library is derived from the Latin word liber, meaning book, whereas bibliotheca is a Greek word for library used in German and Roman languages. Public Libraries in the Muslim world were known by various names like Bayt al-Hikmah, Khizanat al-Hikmah, or Dar al-Hikmah, or Dar al- 'ilm, Dar al-Kutub, Khizanat al-Kutub and Bayt al-Kutub, kitab-khana (Iran), kutuphane (Turkey).

First Arab library was founded by Umayyad Caliph Muawiyah ibn abi Sufiyan (602-680) in Damascus. Much of the book industry revolved around the mosque. Most of the small libraries were part of the mosques, whose primary purpose was copying of books from Greek, Pahlavi, Syriac and Sanskrit into Arabic. Lectures, debates and discussions on a wide range of religious, scientific and philosophical issues of the day were debated at mosques.

In this article 31 libraries of the Muslim World, from medieval to contemporary; have been described in an abridged way. Libraries of Tunis, Baghdad, Cairo, Iran, Syria, Lebanon, Samarkand, Bukhara, Afghanistan, Islamic Spain, Mughal India, Ottoman Empire, Pakistan, Senegal, Mali and India, have been described in detail. At

---

* 18 Ocean Avenue, Maple, Ontario Canada L6A 2X7
zakaria.virk@gmail.com

the end, a brief description of virtual libraries has been given.

انگلش کا لفظ 'لائبریری' لاطینی لفظ لیبر "Liber" سے اخذ ہے جس کے معنی کتاب کے ہیں۔ عہد وسطیٰ کے اسلامی دور میں کتابوں کی کیا اہمیت تھی، علم کے پھیلانے میں مسلمانوں نے کیا کردار ادا کیا، مسلمان عالموں، سائنسدانوں کی کس طرح قدر کی جاتی تھی، مسجد صرف عبادت گاہ نہ تھی بلکہ یہاں علم کی ترویج کی جاتی تھی جس کیلئے یہاں کتابیں مہیا ہوتی تھیں، مسلمانوں نے عہد رفتہ کی یونانی، سنسکرت، فارسی، کتابوں کو کس طرح محفوظ کیا، ان کے تراجم کئے اور انہی تراجم سے دنیا علم کے نور سے منور ہوئی۔ یہ ہر دلعزیز داستاں اس مضمون میں بیان کی گئی ہے۔

مسلمانوں نے کاغذ سازی کا فن موجودہ کرغزستان میں آٹھویں صدی میں چینیوں سے سیکھا تھا۔[۱] اسلامی دنیا میں کاغذ کی پہلی فیکٹری ۷۵۱ میں سمرقند میں تعمیر ہوئی تھی۔ اس کے بعد مسلمان کاغذ کی ایجاد کو ہندوستان اور یورپ لے گئے۔ جلد ہی اس ایجاد کے طفیل کتابیں کاغذ پر لکھی جانے لگیں اور بغداد، قاہرہ اور قرطبہ میں کتب خانے قائم ہوئے۔ اسلامی دنیا میں کتب خانے بیت الحکمۃ، خزانۃ الحکمۃ، دار الحکمۃ، دار العلم، دار لکتب، خزانۃ لکتب، بیت الکتب اور ایران میں کتاب خانہ کے ناموں سے جانے جاتے ہیں۔ مدارس کے علاوہ عوامی اور ذاتی کتب خانے بھی تھے: جن میں ناظم، مہتمم، صحاف، ورق، جلد ساز، نقاش، خوشنویس، مقابلہ نویس، مصحح (پروف ریڈر) اور کاتب وغیرہ کام کرتے تھے۔

پہلے اسلامی کتب خانے کی بنیاد امیہ خلیفہ حضرت معاویہؓ ابن ابی سفیان(۶۰۲-۶۸۰) نے دمشق میں رکھی تھی۔ ان کے ذاتی کتب خانے کا نام بیت الحکمۃ تھا جس میں آنیوالے سالوں میں اضافہ کیا جاتا رہا۔ اس دور میں کتاب کی صنعت کا محور مسجد ہوتی تھی۔ چھوٹے کتب خانے تمام مساجد کا حصہ تھے جن کا مقصد کتابوں کی یونانی ، پہلوی اور سنسکرت زبانوں سے عربی میں نقول تیار کرنا تھا۔ عالمی سیاح ابن بطوطہ(۱۳۶۸) کے بقول دمشق میں کتابوں کا بازار جامع مسجد سے قریب تھا جہاں کتابوں کے علاوہ چمڑہ، گتا، گوند، عمدہ کاغذ، قلم، روشنائیاں فروخت ہوتی تھیں۔ اکثر متمول مسلمان اپنے کتب خانے مساجد کو وقف

کر دیتے تھے۔ مسجد امام ابو حنیفہؒ کا بغداد میں کتب خانہ کافی بڑا تھا۔ مؤرخ واقدی (۸۲۲) نے ورثہ میں اتنی کتابیں چھوڑیں جو ۶۰۰ الماریوں میں سما سکتی تھیں۔ امام حنبلؒ (۸۵۵) کی کتابوں کی تعداد اتنی تھی کہ ان کو لے جانے کیلئے بارہ اونٹوں کی ضرورت تھی۔ اسی طرح مفسر قرآن علامہ زمخشری نے اپنی ذاتی کتابیں مسجد کو دے دیں۔ کہا جاتا ہے کہ شیعہ سکالر جرودی زیدی اپنے کتب خانے کو منتقل کر نا چاہتا تھا جس کیلئے چھ سو اونٹوں کی ضرورت پڑی۔[۲]

عہد وسطیٰ میں اسلامی دنیا میں تین عظیم الشان کتب خانے بغداد، قاہرہ اور قرطبہ میں تھے۔ دسویں صدی میں کتب خانوں اور مدارس کی بصرہ، بغداد، دمشق، اصفہان، نیشاپور اور قاہرہ میں بنیاد رکھی گئی۔ ابن الندیم نے ان کی قدرے تفصیل *کتاب الفہرست* میں اور ابن القفطی نے *تاریخ الحکماء* میں ، ابن ابی اصیبعہ نے *عیون الانباء* میں اور ابن جلجل نے *طبقات الاطباء والحکماء* میں دی ہے۔ ان کتابوں میں مختلف قومیتوں، نسلوں کے مسلم سائنسدانوں اور فلسفیوں کے سوانحی حالات اور ان کی کتابوں کا تذکرہ کی تفصیل ملتی ہے۔ اب اسلامی دنیا کے مختلف ۳۱ کتب خانوں کا احوال پیش کیا جاتا ہے۔

مراکش کے کتب خانے

۱۔ القرویین لائبریری مراکش (al-Qarawiyyin Library Morocco)

یہ دنیا کا قدیم ترین کتب خانہ ہے جس کی بنیاد فیض مراکش میں۸۵۹ء میں فاطمہ الفہریہ al-Fihriyya نے رکھی تھی۔ ایک اور خاص بات یہ ہے کہ یہ کتب خانہ نہ صرف قدیم ترین بلکہ اس وقت سے لوگوں کو فیض یاب کر رہا ہے۔ جامعہ القرویین قدیم ترین ڈگری دینے والی یونیورسٹی ہے۔ فاطمہ تعلیم یافتہ ، سکالر اور زاہدہ و عابدہ خاتون تھی جس نے فیصلہ کیا کہ وہ ورثہ میں ملنے والی دولت سے فروغ تعلیم کے ساتھ رفاہی کام کرے گی جس کیلئے اس نے ایک مسجد اور مدرسہ و کتب خانہ کی بنیاد رکھی۔ اس کتب خانہ میں دینیات، قانون، گرائمر اور اسٹرانومی پر دستی نسخے تھے جن میں سے کچھ ساتویں صدی کے تھے۔ یہاں

پر نویں صدی کا کوفی رسم الخط میں ایک قرآن، ابن رشد کی مالکی فقہ پرکتاب کا قلمی نسخہ، اور ابن خلدون کا مقدمہ موجود ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ اس کے کمپلیکس میں اضافے کئے گئے اور اب یہاں جدید طرز کی ایک مسجد، کتب خانہ اور جامعہ ہے۔ ابن العربی نے بارھویں صدی میں یہاں تعلیم حاصل کی اورعلم بشریات کے بانی ابن خلدون نے یہاں چودھویں صدی میں۔۳

عہد وسطیٰ میں القرویین یو نیورسٹی اور یورپ کے درمیان علم کی منتقلی سر انجام پائی تھی۔ صدیوں گزرنے پر اس کی عمارات بوسیدہ ہو چکی تھیں، اس میں موجود قلمی نوادرات سکالرز کی پہنچ سے باہر تھے۔ کچھ سال پہلے مراکش کی حکومت نے یو نیورسٹی آف ٹورنٹو کی پروفیسر عزیزہ چاؤنی Dr Aziza Chauoni کو یہ کام سونپا کہ وہ کتب خانے کی عمارات کو مرمت کر کے جدید طریق پر تعمیر کریں۔ کتب خانہ پرانے نادرمسودات کو ڈیجیٹا ئز کر رہا ہے اور بیس فی صد الیکٹرونک حالت میں موجود ہیں۔ اب دنیا کے دور افتادہ ممالک اور شہروں میں سکالرز ان سے استفادہ کرسکیں گے۔ کتب خانے میں موسمی حالات سے نبرد آزما ہونے کی سہولت ہے۔ اس کا افتتاح مئی ۲۰۱۶ء میں ہوا تھا۔

یورپ میں اس وقت برلن، ڈبلن، لیڈن، اسکوریال، لندن، آکسفورڈ اور پیرس کے کتب خانوں میں عربی مسودات پائے جاتے ہیں وہ یا تو خرید ے گئے، یا تحفہ میں ملے، یا سرقہ، یا کتابوں کی نقل اور یا پھرجنگوں میں حاصل کئے گئے تھے۔

بغداد کے کتب خانے

۲۔ بیت الحکمۃ، بغداد

آٹھویں صدی کے بیت الحکمۃ میں ایک کتب خانہ، دار الترجمہ، ریڈنگ روم، رصدگاہ، سائنس دانوں کیلئے قیام گاہیں اور انتظامیہ کی عمارات تھیں۔ یحیٰی بن خالد برمکی نے ہندو دانشوروں کو یہاں مدعو کرکے سنسکرت کتابوں کے تراجم کروائے۔ ابوسہل، ابوالفضل بن نو بخت یہاں کے مشہور مترجمین تھے۔ یہاں کے کتب خانے میں ہر موضوع پر ہر زبان میں

دنیا کی کتابیں تھیں۔ خلیفہ ہارون الرشید نے غیر ممالک میں نمائندے بھجوائے تا کہ وہ نایاب کتب خرید کر بھجوائیں چنانچہ سنسکرت، فارسی، قبطی کتابیں بغداد لائی گئیں۔

کتب خانے سے ملحق دار الترجمہ تھا جہاں سکالرز اور ترجمہ نگار عربی میں کتابوں کو منتقل کرتے تھے۔ خلیفہ المامون(۸۳۳) کے دور حکومت میں کتب خانے کیلئے ما قبل اسلام نظمیں، سرکاری کاغذات، خطوط، اور معاہدوں کو حاصل کیا گیا۔ مثلاً قرض کا معاہدہ جس پر سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کے دادا محترم عبد المطلب بن ہاشم کے دستخط تھے۔ مامون نے سسلی، بازنطین سے کتابیں منگوائیں بلکہ امن کے معاہدوں میں ایک شق یہ ہوتی تھی کہ مطلوبہ مسودات بغداد بھیجے جائیں گے۔ سہل بن ہارون کتب خانے کا منتظم اعلیٰ اور بہترین ترجمہ نگار تھا۔ ابن ابی ہریش یہاں کا جلد ساز تھا۔ بیت الحکمۃ میں ڈائریکٹر کے علاوہ کاتب، ترجمہ نگار، ہیئت دان، سائنسدان تھے۔ سرکاری کتب خانوں کے علاوہ لوگوں کے ذاتی کتب خانے بھی تھے۔

یحییٰ بن خالد برمکی کا کتب خانہ

خلیفہ ہارون الرشید کے وزیر یحییٰ بن خالد برمکی کا ذاتی کتب خانہ یونانی، قبطی، سنسکرت اور فارسی کتب سے مزین تھا۔ ہر کتاب کے تین نسخے تھے۔ اسکے مشورہ پر خلیفہ نے بدھ مت کے دانشوروں کو بغداد آنے کی دعوت دی جنہوں نے *کتاب البدھ* لکھی۔ اسی طرح یعقوب ابن اسحٰق الکندی (۸۶۶) کا ذاتی کتب خانہ تھا جس کو بنو موسیٰ براران نے ضبط کروا دیا مگر بعد میں اس کو واپس کر دیا گیا۔ خلیفہ المتوکل (۸۶۱) کے جگری دوست فتح ابن خاقان(۸۶۱) کے کتب خانے کا مہتمم (صاحب خزانۃ الکتب) مشہور ہیئت دان علی ابن یحییٰ منجم تھا۔ ابن خاقان اپنے دور کا سب سے بڑا کتابوں کا رسیا (bibliophile) تھا۔[۴] ابو عثمان ابن جاہیز نے اس کتب خانے کیلئے خاص کتابیں قلم بند کی تھیں۔ علی ابن یحییٰ(۸۸۸) کے ذاتی کتب خانے کا نام خزانۃ الکتب تھا۔ یہاں سے بہت ساری کتابیں اس نے ابن خاقان کے کتب خانے کو تحفہ میں دے دیں تھی۔ جو عالم یہاں مطالعہ و تحقیق

کیلئے آتے ان کے اخراجات یحییٰ خود برداشت کرتا تھا۔ مشہور منجم ابو معشر الفلکی خراسان سے حج کیلئے جاتے ہوئے اس بے مثال کتب خانے سے اکتساب کرنے آیا تھا۔

اسحٰق موصلی کا کتب خانہ

اسحٰق ایک باکمال اور مشاق سازندہ، حدیث کا عالم اورعربی گرائمر میں یکتا تھا۔ بغداد میں اس کے کتب خانے میں بے مثال کتابیں تھیں۔ ابولعباس ثعالب نے ایک ہزار رسائل دیکھے جو موصلی مطالعہ کر چکا تھا۔

وزیر صبو ر بن اردشیر کا کتب خانہ

صبور بن اردشیر (۹۹۱) نے یہ کتب خانہ بغداد کے محلّہ کرخ میں قائم کیا جس کا نام دار العلم تھا۔ جرجی زیدان کے بقول یہاں دس ہزار مسودات تھے۔ ہر مصنف کتاب کا ایک نسخہ یہاں عطیہ میں دیتا تھا۔ یہاں قرآن مجید کے ہا تھ سے لکھے ۱۰۰ نسخے تھے۔ بغداد کے نامور اہل سخن یہاں جمع ہوتے اور بحث و مباحثہ میں شامل ہوتے۔ حلب کے نا بینا شاعر اور فلاسفرابوالعلیٰ المعری نے اس کتب خانے سے استفادہ کیا، بلکہ جب بھی وہ بغداد آتا زیادہ وقت یہاں گزارتا تھا۔[۵]

محمد بن حسین البغدادی کا کتب خانہ

اس کتب خانے میں بے مثل مسودات اور نادر مخطوطے تھے۔ ما سوا چند فاضل علما کے اور کسی کو یہاں داخلے کی اجازت نہ تھی۔ ابن ندیم نے *کتاب الفہرست* میں اس کتاب خانے کی تفصیل مہیا کی ہے۔

بغداد کے راہب خانوں اور مدرسوں میں متعدد نفع بخش کتب خانے تھے۔ ان میں سے ایک مدرسہ نظامیہ تھا جہاں سلجوق وزیر نظام الملک طوسی (۱۰۹۲) نے اپنی تمام کتب جمع کرادی تھیں۔ کتب خانے کا ناظم علامہ ابو زکریا طبریزی تھا۔ یاد رہے کہ مدرسہ نظامیہ اسلامی دنیا کا پہلا کالج تھا۔

مستنصریہ مدرسہ کتب خانہ

بغداد کے اس کتب خانے کی بنیاد چھتیسویں عباسی خلیفہ المستنصر باللہ(۱۲۴۲) نے ۱۲۲۷ء میں دجلہ کے بائیں کنارے پر رکھی تھی۔ اس کا افتتاح پوری شان و شوکت سے کیا گیا۔ نامور دانشوروں اور فقہاء کو یہاں تعلیم دینے کیلئے مدعو کیا گیا۔ شاہی کتب خانے سے تمام کتابیں ۱۳۰ اونٹوں پر لاد کر اس عالی شان کتب خانے میں جمع کرا دی گئیں۔ ان میں اسی ہزار نادرو نایاب مسودات تھے جن میں سے ایک *تاریخ بغداد و مدینۃ الاسلام* از ابوبکر خطیب بغدادی کا قلمی نسخہ تھا۔ اس ضخیم کتاب کی ۲۴ جلدیں ہیں جن میں ۷۸۳۱ سکالرز کی سوانح عمریاں بشمول جملہ مصنفین کے نام اور ان کے کتابوں کے نام شامل ہیں۔ کتب خانے کی عمارت کی دوبارہ مرمت و آرائش ۱۹۶۱ء میں کی گئی تھی۔

منگولوں کے۱۲۵۸ء کے حملے میں اگرچہ دیگر کتب خانوں سے کتابیں دریا دجلہ کی نذر کر دی گئیں، حتیٰ کہ پانی روشنائی سے سیاہ ہو گیا مگر یہ کتب خانہ محفوظ رہا۔ جب سلطنت عثمانیہ نے بغداد پر ۱۵۳۴ء میں قبضہ کر لیا تو شہر کے تمام محلات اور کتب خانوں سے کتب استنبول کی امپرئیل کتب خانے بھجوا دی گئیں۔ اگرچہ مستنصریہ کتب خانہ نیست و نابود ہو گیا مگر اسی نام کا مدرسہ نئی عمارت میں چلتا رہا، اور اب مستنصریہ یونیورسٹی کا حصہ ہے۔ مستنصریہ یونیورسٹی کے کتب خانے کی بنیاد ۱۹۶۴ء میں رکھی گئی جہاں ۱۹۷۲ء میں پینتالیس ہزار کتابیں تھیں۔[۶]

عراق نیشنل کتب خانے کی بنیاد ۱۹۲۰ء میں رکھی گئی تھی۔ عراق میں ۱۹۷۲ء میں ۷۳ عوامی کتب خانے تھے۔ ۲۰۰۳ء کی عراق جنگ میں نیشنل کتب خانے کا بڑا حصہ عمداً نذر آتش کیا گیااور اس کے چیدہ چیدہ ذخائر کولوٹ لیا گیا۔ تباہی سے قبل یہاں چار لاکھ کتابیں، ۲۶۰۰ رسائل، ۴۴۱۲ نادر مخطوطے تھے۔ کتب خانے کو ۲۰۰۷ء کے بعد برٹش کتب خانے کی مدد سے از سر نو تعمیر اوربحال کر دیا گیا۔

مصر کے کتب خانے

قاہرہ کا کتب خانہ

فاطمی خلفاء (۹۰۹-۱۱۷۱) دانشوروں اور کتابوں کے عاشقوں کے مربی اور ان کی پشت پناہی کرتے تھے۔ خلیفہ العزیز باللہ بذات خود ایک زبردست عالم، شاعر اور کاتب تھا جس نے قاہرہ میں ایک کتب خانے خزائنۃ القصور کی بنیاد رکھی جس کے ۴۰ کمرے کتابوں سے بھرے ہوئے تھے۔ یہاں چھ ہزار کتابیں ریاضی اور علم ہیئت پر تھیں، اس کے علاوہ فقہ، گرائمر، حدیث، اسٹرانومی اور کیمسٹری پر بھی تھیں۔ *تاریخ طبری* کی ۱۲۰۰ جلدیں، خلیل احمد نحوی کی *کتاب العین* کی ۳۰ جلدیں اور ۲۴۰۰ جلدیں قرآن مجید کی تھیں۔ بعض کتابوں کی جلد سنہری جن پر سلور پینٹنگ تھیں۔ یہاں دو گلوب تھے ایک چاندی کا اور دوسرا یونانی ہیئت دان بطلیموس کا بنایا ہوا۔ اس کی وفات پر کتب خانہ الحاکم بامراللہ کے کتب خانے دار الحکمہ میں ضم کر دیا گیا۔ دارالحکمہ کے افتتاح کے موقعہ پر نامور فقیہ، اطباء موجود تھے۔ ملاقاتی حضرات کو مطالعہ کے علاوہ کتابیں نقل کرنے کی اجازت تھی جس کیلئے قلم، روشنائی، کاغذ دیا جاتا تھا۔ یہاں طبیب، فقیہ، ہیئت دان، منطقی کل وقتی ملازم تھے۔ ایک دفعہ ان علماء کو مباحثہ میں شرکت پر خلیفہ نے بڑی رقوم عطیہ میں دی تھیں۔ کتب خانے کے اخراجات کیلئے مکانات اور دکانیں وقف تھیں جو آمدن کا وسیلہ تھیں۔ اندازاً یہاں ایک لاکھ کتابیں تھیں۔

جامعہ ازہر کتب خانے

جامعہ کی بنیاد ۹۷۰ء میں رکھی گئی تھی۔ اس کتب خانے میں دولاکھ مخطوطے تھے۔ مصر کے متعدد مدرسے اور کتب خانے تباہ ہوگئے ما سوا اس کے۔ خلیفہ مستنصر باللہ کے دور حکومت میں ترکش سپاہیوں نے غارت گری کی اور ہزاروں مسودات دریائے نیل کی نذر کر دئے یا خاکستر کر دئے گئے۔ جو کتابیں بچ گئیں ان کا کھلی جگہ پر ڈھیر لگا دیا گیا اس مقام کا نام طلال الکتب (کتابوں کا ڈھیر) پڑ گیا۔ فاطمی خلفاء کے کتب خانوں میں سے

سینکڑوں مخطوطے محفوظ رہے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی(۱۱۹۳) نے تمام کتابیں اپنے مشیر خاص قاضی فاضل کے مدرسہ قاف کو تحفہ میں دے دیں۔۷

الازہریو نیورسٹی کی بنیاد ۱۹۶۱ء میں رکھی گئی ، مگر اس کی کتب خانے کی بنیاد ۱۰۰۵ء میں رکھی گئی تھی۔ یعنی آکسفورڈ کی بوڈلین کتب خانے سے چھ سو سال قبل، اور ویٹکن کتب خانے سے۴۴۰ سال قبل۔ یہاں۵۹۵،۶۶۸ قلمی نسخے جو آٹھویں صدی تک پرانے ہیں، نیز ۹۰۶۲ کتابیں ہیں۔

محمودیہ کتب خانہ

قاہرہ کے اس کتب خانے میں کئی قسم کے نوادرات تھے۔ اگرچہ یہاں صرف چار ہزار قلمی نسخے تھے مگر ان میں سے متعدد ایسے تھے جن کی کتابت مصنفین نے خود کی ہوئی تھی۔ کئی نامور عالم اور فاضل اس کے ڈائریکٹر تھے جن میں سے ایک شیخ الاسلام حافظ ابن حجر اسقلانی (م۱۴۴۹) تھے۔ یہ کتب خانہ مدرسہ محمودیہ کا حصہ تھا جس کی بنیاد جمال الدین محمود نے رکھی تھی جو سلطان ملک الظاہر سیف الدین برقوق (م۱۳۹۹) کا مشیر خاص تھا۔

نیشنل کتب خانہ مصر

دارلکتب المصریہ میں۳۰ لاکھ طبع شدہ کتابیں ہیں، اسی ہزار قلمی نسخے، بہت سارے سکے اور Papyrus پرمسودے، اس کو ۱۸۷۰ء میں قائم کیا گیا، اور ۲۰۰۲ء میں اسکندریہ کتب خانے میں ضم کردیا گیا۔۸

ایران کے کتب خانے

عضد الدولہ لائبریری

فنا خسرو (لقب عضدالدولہ ،م۹۸۳) بویہ سلطنت کاجلیل القدر امیر تھا۔ بغداد میں اس کے نام کا خطبہ دیا جاتا تھا۔ اس نے اپنے دور حکومت میں متعدد سائنسی منصوبوں کی

سرپرستی کی۔ اصفہان میں ایک رصدگاہ تعمیر کروائی جہاں ماہر ہیئت دان عبد الرحمٰن صوفی نے تحقیقی کام کیا تھا۔ عضد الدولہ ہسپتال تعمیر کروایا۔ شیراز میں ایک شاندار کتب خانہ تعمیر کرایا جہاں اسلام کے آغاز سے لکھی کتابیں محفوظ تھیں۔ کتب خانہ شاہی محل کے اندر واقع تھا۔ اس میں اونچی اونچی کتابوں کی الماریاں تھیں جن کی لکڑی کو سنہری رنگ میں رنگا گیا تھا۔ علم کی ہر شاخ کیلئے الگ کمرہ تھا۔ کتب خانے کی نگہداشت ایک خازن اور ناظم کرتا تھا۔ صرف طالب علموں کو یہاں آنے کی اجازت تھی۔

ابوالفضل ابن العمید لائبریری

ابن العمید بویہ حکمراں رکن الدولہ(۹۷۶ء) کا وزیر اور مسلمہ سکالر بھی تھا اس لئے اس کا لقب جاہیز ثانی تھا۔ اس کا کتب خانہ بھی شیراز میں واقع تھا جس کا ڈائریکٹر فلسفی اور مؤرخ ابن مسکاویح(۹۳۲-۱۰۳۰) تھا۔ ابن مسکاویح کئی وزراء سلطنت کا سیکرٹری اور لائبریرین رہ چکا تھا۔[۹]

عضد الدولہ کاایک سیکرٹری ابوالقاسم اسماعیل (صا حب ابن العباد) تھا جس کا شاندار ذاتی کتب خانہ تھا۔ وہ نہ صرف کتابیں جمع کرنے کا شوقین بلکہ اس کی محفل میں شاعر، ادیب اور مباحثہ کرنیوالے جمع رہتے تھے۔ عنفوان شباب میں وہ ابن العمید کاجلیس تھا اسلئے اس کو صا حب کہتے تھے۔ ابن العمید کی وفات(۹۷۰ء) پر اس کو وزیر سلطنت کے عہدے پر متمکن کر دیا گیا۔ جب سامانید حکمراں نوح ابن منصور(۹۵۴ء) نے اس کو وزارت کا منصب پیش کیا تو اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میرا کتب خانہ اِتنا بڑا ہے کہ اس کو ۴۰۰ اونٹوں پر منتقل کر نا ممکن نہیں ہے۔

طوس کا کتب خانہ

طوس ایران کا قدیم ترین شہر ہے جہاں سلجوقی وزیرنظام الملک ، نصیرا لدین طوسی اور فردوسی جیسے یگانہ روزگار پیدا ہوئے۔ طوس کتب خانے کوابو علی حسن ابن علی طوسی نظام الملک (۱۰۹۲) نے قائم کیا تھا جو مدرسہ نظامیہ بغداد کا بانی تھا۔

سینٹرل کتب خانے آستانہ قدس رضوی مشہد

یہ کتب خانہ حضرت امام رضاؓ(۸۱۸) کے مزار کے ساتھ ملحق تھا۔ اس کی بنیاد ۹۷۴ میں رکھی گئی تھی۔ یہاں قرآن، حدیث، فلاسفی، منطق اور فقہ پر مسودات کے شہ پارے محفوظ ہیں۔ اس کی کیٹیلاگ ''فہرست کتب خانہ آستانہ قدس رضوی'' متعدد جلدوں میں ہے۔ یہاں ا.املین کتابیں، ہزاروں قلمی نسخے، اور اسلامی تاریخ کے قدیم شہ پارے ہیں۔ علی ابن سیم جور نے ۹۷۴ میں بہت ہی پرانا قرآن روضہ امام رضاؓ کو عطیہ کیا تھا۔ سینٹرل کتب خانے کی ۳۵ برانچز ہیں۔ یہ اسلامی علوم کی تحقیق کا عالمگیر نامور ادارہ ہے۔[۱۰]

شیراز کی کتب خانے کے متعلق سٹورٹ مرے Stuart Murray کا کہنا ہے:

" Islamic libraries were", says Stuart Murray, "rich in diversity, allowing scholars from other lands to share the facilities. These libraries were known for their attractiveness and comfort, many adorned with the classic Islamic dome, some surrounded by walkways and landscaped by ponds. Among the most legendary library was that of Persian city of Shiraz, where there were more than 300 chambers furnished with plush carpets. The library had thorough catalogues to help in locating texts, which were kept in the storage chambers and organized according to different branch of learning"[11]

شام کے کتب خانے

شام کے بڑے اہم شہروں جیسے دمشق، حلب اورطرابلس میں کتب خانے تھے۔ کئی صدیوں سے دمشق علم کا گہوارہ چلا آرہا تھا۔ امیہ شہزادہ خالدبن یزید(۷۰۵)، خلیفہ عبد الملک ابن مروان (۷۰۵) اور عمر بن عبد العزیز (۷۲۰) نے یہاں عمدہ کتب خانے تعمیر کروائے۔ خالد کو کتابیں جمع کرنے کا جنون تھا۔ اسلامی دنیا میں پہلی دفعہ اس نے کیمیا پر یونانی کتابوں کے تراجم کروائے۔ جامع بنی امیہ الکبیرکے کتب خانے میں نادر الوجودقیمتی مخطوطے تھے نیز یہاں تاریخی دستاویزات تھیں۔ مسجد کی بنیاد ولید اول (۷۱۵) نے رکھی تھی۔ مصحف عثمانی یعنی حضرت عثمانؓ کا ترتیب کردہ قرآن اس کتب خانے میں تھا۔ ابن بطوطہ نے یہ قرآن مجید اپنے سفر کے دوران دیکھا تھا۔

سولھویں صدی میں دمشق میں ۳۰ مدرسے اور ۲۰ کتب خانے تھے۔ اندلسی سیاح ابن جبیر نے اپنے سفر نامے رحلہ میں لکھا ہے تمام مدرسوں میں سے نور الدین زنگی مدرسہ اس قدر عالی شان تھا کہ سب کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتا تھا۔ مذہبی علوم کے علاوہ یہاں فزکس، میتھ، اسٹرانومی، لٹریچر کی تعلیم دی جاتی تھی۔ یہاں چار میڈکل سکول اور ایک انجنیئر نگ سکول تھا جن کے ساتھ اکیڈیمک لائبریریاں تھیں۔

طرابلس کا کتب خانہ

شیعہ خاندان بنو عمار کے دورحکومت میں طرابلس علم کا گہوارہ تھا۔ بلکہ شہرعلم و ادب کا مینارہ نور تھا۔ حسن بن عمار نے ایک سکول کی بنیاد رکھی جس کے ساتھ کتب خانہ تھا جس کی وجہ یہاں کئی علما وفضلا نے جنم لیا۔ طرابلس کو دارالعلم کہا جاتا تھا جہاں ۱۸۰ کاتب تھے جن میں سے ۳۰ شب و روزکتابیں نقل کرتے تھے۔ اندازاً یہاں ۱۳۰،۰۰۰ مسودات تھے جن میں پچاس ہزار قرآن اور بیس ہزار تفاسیر القرآن تھیں۔ صلیبیوں کے شہر فتح کرنے پر کتب خانے پامال کر دئے گئے۔

حلب Aleppo میں بنو ہمدان کے حکمراں سیف الدولہ نے شہر میں کتب خانہ تعمیر کروایا۔ اس کا سائنس مشیر ابو نصر محمد ابن فارابی(۸۷۲-۹۵۰) تھا۔ چیف لائبریرین محمد ابن ہاشم تھا۔

سمر قند اور بخارا کے کتب خانے

سمر قند (ازبکستان) کو کتابوں کی تاریخ، ان کی تشہیر اور ان کے تحفظ میں اہم مقام حاصل ہے۔ یہاں پیپر مل ۷۵۱ میں تعمیر ہوئی تھی۔ کاغذ کی فراوانی سے کتابیں لکھنا نہ صرف آسان ہوگیا، بلکہ علم کی اشاعت دور دور تک ہو گئی۔ خواجہ نصیر الدین طوسی کی خواہش پر ہلاکو خاں نے آذربائیجان میں رصدگاہ تعمیر کروائی جس کے ساتھ پرشکوہ کتب خانے تھی جس میں مسلم اور چینی سکالرز شانہ بہ شانہ تحقیق میں مصروف رہتے تھے۔ سقوط بغداد (۱۲۵۸ء) کے بعد سینکڑوں کتابیں یہاں لائی گئیں تھیں۔ سمر قند اور بخارا سمانید سلطنت (۸۱۹-۹۹۹) کے

ثقافتی مراکز تھے۔ امام بخاریؒ(۸۷۰) بخارا کے رہنے والے تھے۔ سمانید حکمراں نوح ابن منصور(۹۷۶ء-۹۹۷ء)نے بخارا میں عالی شان کتب خانہ تعمیر کروایا تھا۔ ابن سینا(۱۰۳۷) نے اس کتب خانے کی کتابوں سے اکتساب فیض کیا تھا جس کا احوال ابن خلکان(۱۸۲) کی *وفیات الاعیان* میں دیا ہے۔احسان مسعود کے بقول بخارا میں ایک عوامی کتب خانہ تھا جہاں سکالرز کسی وقت بھی جا سکتے اور لا ئبریرین سے کہہ سکتے کہ ہمیں فلاں کتاب درکا ر ہے، اور پھر وہاں بڑے کشادہ ہال میں بیٹھ کر نوٹس لکھ سکتے تھے۔۱۲

غزنی کا کتب خانہ

سلطان محمود(۹۹۸-۱۰۳۰) غزنی کا کتب خانہ دنیا کے بہترین کتب خانوں میں سے ایک تھا۔ سلطان محمود نے غزنی کوہندوستان سے لوٹ مار کر کے متمول شہر بنا دیا تھا۔ باوجودیکہ وہ جنگجو حکمراں تھا مگر اس کے ساتھ وہ علماو فضلا کا قدر دان اور ان کی سرپرستی کرتا تھا۔ البیرونی، الفارابی، فردوسی جیسے علم کے پروانے اس کے دربار کے جگمگاتے ہوئے ستارے تھے۔ وسط ایشیا کے جگادری شاعراسدی، عنصری، عذاری ، پھر دو مؤرخ عتبی اور بیہقی اس کے دربار میں شب و روز اپنے کام میں مگن رہتے تھے۔ غزنی میں ایک کتب خانہ، میوزیم اور جامعہ وقف کی رقم سے چلتے تھے۔ سلطان نے جب رے پر قبضہ کیا تو صا حب ابن العباد کی تمام کتابیں غزنی بھجوادیں جو ۴۰۰ اونٹوں پر لادی گئیں تھیں۔ مجدالدولہ کی کتابیں۵۰ ا ونٹوں پر غزنی بھیجی گئیں تھیں۔

اسلامی سپین کے کتب خانے

سپین میں قرطبہ اسلامی سلطنت کے ماتھے کا جھومر تھا۔ شہر۲۴ میل لمبا اور ۱۰میل چوڑا تھا۔ یہاں ۳۸۰ مساجد، ۸۰۰ مدرسے، اور ۷۰ عوامی کتب خانے تھے۔ یہ یورپ کی ثقافت اور دانشوروں کا مرکز تھا۔ اس کا ایک نام کتابوں کے عاشقوں کا شہر ئـجـمـئـهـن City of bibliophiles) تھا۔ قرطبہ میں جن افرادکے ذاتی کتب خانے تھے ان کو اہم شخصیت مانا جاتا تھا۔ کتابوں کی الماریاں صندل کی ہوتی تھیں جن کے باہر کتابوں کی فہرست چسپاں

ہوتی تھی۔ قرطبہ مسجد کا کتب خانہ سب سے بڑا تھا[۱۳] جس کی جامعہ میں چار ہزار طالب علم ہوتے تھے۔ دارلکتابت میں جلد سازوں کے علاوہ کاتب شب و روز کتابت میں مصروف رہتے تھے۔ شہر میں کتابوں کا خاص بازار تھا۔ خلیفہ الحکم ثانی (۹۷۶-۹۶۱ء) کی بے نظیر کتب خانے تھی۔ وہ ایک تسلیم شدہ صاحبِ علم تھا جس نے ۲۷ فری سکول جاری کئے، جامعہ قرطبہ میں چیئرز قائم کیں۔ اس کے گماشتے کتابوں کی تلاش میں مصر، شام، عراق کے کتاب بازاروں کو کھنگالتے تھے۔ اس کے شاہی محل میں جو ذاتی کتب خانہ تھا ان کی متعدد کتب کا وہ مطالعہ کر چکا تھا کیونکہ ان کے حاشیوں میں نوٹس لکھے ہوتے تھے۔ ایران میں لکھی کتابیں اس کے نام سے منسوب کی جاتی تھیں۔ کتب خانے منشی جن میں کئی خواتین تھیں کتابوں کو نقل کرتی تھیں جبکہ جلد ساز ان کی جلدیں بناتے اور خطاط ان کے سرورق کے ڈیزائن بناتے۔[۱۴] ابو الفرج اصفہانی کو خلیفہ کے حکم پر ایک ہزار دینار بھیجے گئے تا کہ وہ اپنی تصنیف *کتاب الاغانی* سب سے پہلے سپین بھیج دے۔

الحکم کے کتب خانے کی شہرت کی بناء پر اس کے مشیروں میں مقابلہ رہتا تھا کہ وہ باصلاحیت مہتمم اور صاحبِ علم، دانشور کو مدعو کریں۔ اس شاندار کتب خانے کی مہتمم قرطبہ کی خاتون لبنیٰ(۹۸۴) تھی جس میں چار لاکھ کتابیں اور اس کی فہرست ۴۴ جلدوں پر مشتمل تھی۔ لبنیٰ کے ذمہ کتابوں کی نقول تیار کرنا، تراجم کروانا اور نئ کتب لکھوانا تھا۔ بعض مؤرخین کے مطابق قرطبہ میں ۱۷۰ عورتیں ہمہ وقت کتابت کا کام کرتی تھیں جس سے اس روشن خیال خلیفہ کے دور میں عورتوں کا معاشرتی مقام ظاہر ہوتا ہے۔ جب الحکم پر علما کرام نے دباؤ ڈالا کہ شراب کو ممنوع قرار دیا جائے تو اس کے خازن نے یا د دہانی کرائی کہ شراب پر گناہ ٹیکس کی بدولت قرطبہ کتب خانے کی نئ عمارت کی تعمیر کا خرچ ادا ہو رہا ہے۔

ہر بڑے شہر طلیطلہ، اشبیلیہ، غرناطہ میں وسیع کتب خانے تھے۔ جرجی زیدان کا کہنا ہے کہ غرناطہ میں ۱۳۷ مدرسے اور ۷۰ کتب خانے تھے۔ مؤرخ ابو العباس احمد المقری (۱۶۳۲) کا کہنا تھا کہ اہل اندلس کتب خانوں میں دنیا پر سبقت لے گئے ہیں۔ شہر میں کئی صا حب ثروت ایسے تھے جو اگرچہ نا خواندہ ہوتے تھے مگر گھروں میں کتب خانے ہونے پر

وہ فخرو انبساط محسوس کرتے تھے۔ ڈچ عربیک صاحب علم ڈوزی(۱۸۸۳) Rheinart Dozy کا کہنا ہے کہ اندلس میں ہر شخص پڑھنا لکھنا جا نتا تھا جبکہ یورپ میں صرف پادری اور اشراف پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ باقی سب کے سب جاہل مطلق تھے۔[۱۵]

امریکی مؤرخ رچرڈ ایرڈوزErdose لکھتا ہے: "اندلوسیا دانشوروں، کتب خانوں اور کتابوں کے عاشقوں اور جمع کرنیوالوں کی سرزمین تھی۔ قرطبہ میں بجائے خوبصورت داشتاؤں اور ہیرے جواہرات کے کتابیں مطلوب ہوتی تھیں۔ شہر کی شہرت اس عظیم کتب خانے کی وجہ سے تھی جس کو الحکم دوم نے قائم کیا تھا۔ ۔ ۔ انجام کار یہاں چار لاکھ کتابیں تھیں۔۔۔ ہرکتاب کے پہلے صفحہ پر مصنف کا نام، تاریخ، مقام پیدائش اور اس کے اجداد کے علاوہ اس کی دیگر کتابوں کا ذکر ہوتا تھا۔ کتابوں کی فہرست ۴۸ جلدوں میں تھی جس کی لگاتار ترمیم کی جاتی، نئے اضافے کئے جاتے ،کل کتابوں کے نام لکھے جاتے، اور ہدایت ہوتی کہ فلاں کتاب کتب خانے میں کہاں پرموجود ہے"۔

> Andalusia was, above all, famous as a land of scholars, libraries, book lovers and collectors…in Cordoba books were more eagerly sought than beautiful concubines or jewels…the city's glory was the Great Library established by al-Hakam II…ultimately it contained four hundred thousand volumes…on the opening page of each book was written the name, date, place of birth and ancestry of the author, together with titles of his works, Forty eight volumes of catalogue incessantly amended, listed and described all titles and contained instructions on where a particular work could be found"[۱۶]

قرطبہ کا جج (قاضی) ابوالمعترف ابن فطیس عبد الرحمٰن کتابیں جمع کرنے میں سب پر سبقت لے گیا تھا۔ اس کی ملازمت میں چھ کاتب تھے۔ وہ کسی کو کتاب عاریتاً نہیں دیتا تھا بلکہ اس کی نقل کروا کر تحفہ میں دے دیتا تھا۔ اس کی کتب خانے میں اتنی بیش قیمت کتابیں تھیں کہ ان کے نیلام میں چالیس ہزار دینار موصول ہوئے تھے۔ کئی خواتین سکالرز بھی تھیں جیسے شہزادہ احمد کی دختر جو بہت اچھی شاعرہ اور شعلہ نوا مقررہ تھیں۔ شاہی کتب خانے میں ملازم کئی عورتوں نے شادیاں نہیں کیں اور محض کتابوں کی تلاش اور جمع کرنے

میں مجرد زندگی گزار دی۔

اسلامی سپین کے کتب خانوں کا یورپ کی نشاۃ ثانیہ اورسائنس پر کیا اثرہوا؟ اس کاجواب Thomas Bokenkotterیوں دیتا ہے:" قریب ایک سو سال کے عرصہ (۱۱۵۰-۱۲۵۰) ارسطو کی تمام کتابوں کے تراجم کئے جانے پر ان کو مغرب میں متعارف کیا گیا جن کے ساتھ ان کی شرحیں تھیں۔ یہ بذات خود ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا۔ ان علوم کا جذ ب کرنااور ان پر قدرت حاصل کرنا اس چیز نے عیسائیت کے ذہین ترین دماغوں کو مصروف رکھا اور اس کے ساتھ مغرب کی روحانی اور دانشی حیات کو قطعی طور پرتبدیل کر کے رکھ دیا۔ (ارسطو) پر ابن سینا اور ابن رشد کی یکتائے فن شرحیں جنھوں نے فلاسفر کی فکر کو غیر مذہبی اور غیر روحانی ہونا ثابت کیا، اس امر نے مغرب کے خردمند وں کیلئے سنجیدہ بحران پیدا کر دیا۔ اس سارے کام کو عیسائی مذہب کے ساتھ ہم آہنگ کرنا بہت دشوار کام تھا۔ اس وجہ سے بے مثال دانشی سرگرمی کے دور کا آغاز ہوًا جو تیرھویں صدی میں اپنے عروج کو پہنچا خاص طور پر پیرس اور آکسفورڈ میں"۔۱۷

اسکوریال کا کتب خانہ

اسلامی کتابوں کے بیش قیمت قلمی نسخے سب سے زیادہ یہاں پائے جاتے ہیں جو میڈرڈ سے ۴۵ کیلومیٹر اسکوریال پیلس میں واقع ہے۔ اس کا سنگ بنیاد کنگ فلپس دوم نے بطور محل اور راہب خانے کے ۱۵۶۳ء میں رکھا تھا۔ دوسری منزل پرایسی کتابیں ہیںجن کو کیتھولک مذہبی عدالتInquisition نے ممنوع قرار دے دیا تھا۔ احتساب میں ستر ہزار اسلامی کتابیں نذر آتش کی گئیں تھیں۔ جو بچ گئیں ان میں سے ۱۸۰۰ عربی کے قلمی نسخے یہاں موجود ہیں جو مسلمانوں کے سپین سے انخلاء پر حاصل کئے گئے تھے۔ راقم الحروف نے اس محل ، راہب خانے اورکتب خانے کو ۲۰۰۰ میں سپین کی سیاحت کے دوران دیکھا تھا۔

ہندوستان کے کتب خانے

مغل دور حکومت سے قبل سلاطین ہند(۱۲۰۶-۱۵۲۶) ہندوستان کے فرماں روا تھے۔ رضیہ سلطان(۱۲۳۶ء-۴۰) دہلی سلطنت کی حکمراں تھی۔ درحقیقت وہ ہندوستان کی پہلی خاتون حکمراں تھی۔ رضیہ ارباب علم وفضل کی سرپرست تھی جس نے شمالی ہندوستان میں مدرسے اور کتب خانے قائم کئے۔ اس کو عالم نواز کالقب مولانا منہاج سراج جزجانی نے دیا تھا جو۲۳ جلدوں پر مشمول *طبقات ناصری*(۱۲۶۰) کے مصنف تھے۔ تیرھویں اور چودھویں صدی میں تمام سلاطین اور امراء کے ذاتی کتب خانے ہوتے تھے جہاں وہ دن کا کچھ حصہ گزارتے تھے۔ ایسے کتب خانے محل کے اندر یا پھر مسجد سے ملحق ہوتے تھے۔[۱۸] سلطان علاء الدین خلجی(۱۲۹۶ء) نے دہلی میں شاہی کتب خانہ قائم کیا اور ممتاز صوفی سکالر امیر خسرو کو اس کا مہتمم مقرر کیا۔ کتب خانے کے ناظم کا عہدہ حکومت کا اہم آفیسر سمجھا جاتا تھا اور اس کی عزت وشہرت تھی۔ نظام الدین اولیاؒء (۱۳۲۵) نے اپنی درگاہ میں کتب خانہ قائم کیا جس کیلئے عطیات عوام سے ملے۔ یہاں کثیر تعداد میں مسودات تھے۔ (نوٹ: نومبر۲۰۱۳ء میں راقم الحروف کو درگاہ شریف پر دعا کرنے ،تبرک کھانے اور امیر خسرو کا مزار دیکھنے کا موقعہ نصیب ہوا تھا)۔

مغل ہندوستان کے کتب خانے ۱۵۲۶-۱۸۵۷

تمام مغل حکمراں کتابوں کے رسیا تھے اور ذاتی کتب خانوں کیلئے نادر نسخے جمع کرنے پر آمادہ رہتے تھے۔مغل دور حکومت میں پہلا کتب خانہ ظہیرالدین بابر(۱۵۳۱ء) نے قائم کیا تھا جو بہ ذات خود مصنف تھا۔ اس کا کتب خانہ شاہی محل دہلی میں واقع تھا جس کو آنیوالے حکمرانوں نے توسیع دی۔ ہندوستان پر حملے کے وقت وہ اپنے ہمراہ کئی نادر کتابیں لایا جن میں بعض پینٹنگز بھی تھیں۔ اس کا وطن مالوف ازبکستان عالموں اور دانشوروں کا منبع و مرجع تھا۔ سمرقند، فرخانہ، خراساں اور ہرات علم کے مراکز تھے جہاں علماء دور دور سے وفور شوق کشاں کشاں چلے آتے تھے۔ اس کے شاہی دربار میں بہت سے دانشور تھے۔ وہ خود

خوش نویسی کا ماہر تھا۔ خواہ وہ دہلی میں ہوتا یا پھر فوجی مہم پر کتب خانے کا کچھ حصہ اس کے پا بہ رکاب ہوتا تھا۔ مغل حکمرانوں کے کتب خانوں میں فارسی میں ادب اور سائنس پر کتابیں پائی جاتی تھیں۔ بابر کا فرزند ارجمند نصیر الدین بیگ ہمایوں(۱۵۵۶ء) بھی عمدہ کتابیں جمع کرنے کا شوقین تھا۔ پرانے قلعہ دہلی میں شیر منڈ ل عمارت تھی جس کی دوسری منزل پر اس کا کتب خانہ تھا۔ یہ عمارت بطور رصد گاہ بھی اس کے زیر استعمال رہی۔

جلال الدین اکبر (۱۶۰۵) نے دادا کے کتب خانے کو منظّم کیا۔ ایرانی ماں کی طرف سے اس کو ادب اور فنون لطیفہ سے لگاؤ ملا تھا۔ اس نے کتب خانوں کیلئے حکومت میں الگ سے محکمہ قائم کیا جو کتابوں کو حاصل کرکے ان کو جدید خطوط پر جمع کریں نیز ان کی باز یافت کا اہتمام کریں۔ فتح پور سیکری میں اس نے خواتین کی تعلیم کیلئے کتب خانہ قائم کیا۔ آگرہ کتب خانہ قلعہ کے کشادہ ہال میں واقع تھی۔ اکبر کے کتب خانہ میں۲۴،۰۰۰ مسودات تھے۔ فتح پور سیکری میں دیوان خانہ میں ترجمہ کا دفتر تھا جس کا نام مکتب خانہ تھا۔ ہر مصنف پر لازم تھا کہ وہ اپنی تصنیف کی ایک کاپی شاہی کتب خانے کو ارسال کرے۔ کئی کتابیں اس نے مہموں کے دوران حاصل کیں جیسے گجرات کی فتح پر اعتماد خاں گجراتی کی تمام کتابیں دہلی بھیج دی گئیں جن میں سے کچھ اس کے نورتنوں کو ملیں جیسے عبد القادر بدایونی کو امام غزالیؒ کی *مشکوۃ الانوار* تحفہ میں ملی تھی۔ جب شیخ ابو الفیض فیضی نے داعی اجل کو لبیک کہا تو اس کی۴،۶۰۰ کتابیں شاہی کتب خانے میں منتقل کر دی گئیں۔[19] یہ کتابیں علمِ نجوم، اجرام فلکی کا مطالعہ، علم ریاضی، تفسیر، حدیث اور فقہ پر تھیں۔ یورپین پادریوں نے اکبر کو یورپین کتب لا کر دیں۔

اکبر کے دربار میں متعدد ارباب علم وفضل اور قابل آرٹسٹ تھے۔ متعدد کتابوں کے تراجم کئے گئے۔ ترکش، سنسکرت اور عربی سے مذہبی کتب فارسی میں ترجمہ کی گئیں۔ چوبیس ہزار کتابوں کی فہرست تیار کی گئی جس کیلئے اس نے کتابوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ خواتین کیلئے کتب خانے کا قیام عمل میں آیا۔ کتابوں کا شوق خون کی مانند اس کی نس نس میں دوڑتا تھا باوجودیکہ وہ لکھنا اور پڑھنا نہیں جا نتا تھا۔[20]

مرزا نورالدین جہانگیر(۱۶۲۷) نے ریاضی، سائنس اور لسانیات میں تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ خود معروف قلمکار تھا جس نے اپنی خود نوشت سوانح *تزک جہانگیری* (جہانگیر نامہ) قلم بند کی تھی۔ اجداد سے ملنے والے کتب خانے کو اس نے توسیع دی اور اس کیلئے آرٹ ورک خریدا۔ نئے مدرسے اور کتب خانے تعمیر کروائے۔ اس نے قانون بنایا اگر کوئی متمول شخص ورثاء کے بغیروفات پاجائے تو اس کی دولت راہب خانوں اور مدرسوں کو دے دی جائے۔ اس کے کتب خانوں میں۲۰،۰۰۰ کتابیں تھیں جس کا ناظم مکتوب خاں تھا۔ وہ ناظم کو ہدایات دیا کرتا تھا کہ کتابوں کی درج فہرست کس طریق پر کی جائے۔

شہاب الدین بیگ خرم شاہجہاں(۱۶۶۶) کے دور حکومت کو مغل فن تعمیرات نیز علم و آگہی کا دور کہاجاتا ہے۔ شاہی کتب خانے میں مزید توسیع کی گئی۔ اپنے باپ کی طرح شاہ جہاں بھی ارباب فن و کمال کا سرپرست تھا۔ اس کے دربار میں خطاط حضرات کی بڑی تعداد جمع ہوگئی تھی۔ اس کے کتب خانے میں مختلف علوم پر کتابیں تھیں جیسے ریاضی، جغرافیہ، طب، علم نجوم، منطق، تاریخ اور زراعت۔ لاہور، دہلی، جون پور، احمدآبادعلم و فیض کے مراکز تھے۔ دانشوروں کے اپنے کتب خانے بھی تھے جیسے ملا عبد الحکیم سیالکوٹی کی کتب خانے میں نادر الوجود مسودات تھے۔

محی الدین اورنگ زیب عالمگیر(۱۷۰۷ء) عالموں اور دانشوروں کی محفل میں رہنے کو ترجیح دیتا تھا۔ صغر سنی سے اس کو کتابوں کا شوق تھا۔ شرعی مقدمات کیلئے کوئی جامع مانع کتاب فقہ نہ تھی جس میں تمام مسائل کے جواب جمع کر دئے گئے ہوں۔ اورنگ زیب نے ۵۰ ممتاز علماء دین کا بورڈ تشکیل دیا تا کہ وہ حنفی فقہ کے مطابق فتاویٰ کا مجموعہ تیار کریں۔ اس بورڈ کے افسر ملا نظام تھے۔ اس محنت طلب کام کیلئے تمام حوالہ جاتی کتب شاہی کتب خانہ میں فراہم تھیں۔ کئی سال کی محنت شاقہ کے بعد کتاب *فتاویٰ عالمگیری* تیار ہوئی جو عرب ممالک میں *فتاویٰ ہندیہ* کہلاتی ہے۔ بعض ایک حوالہ جاتی کتب مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی (شعبہ حبیب گنج) علی گڑھ مسلم یو نیورسٹی میں دستیاب ہیں۔ وہ بذات خود اچھے قلمکار اور خوش نویس تھے۔ حافظ قرآن ہونے کے ناطے اُنہوں نے فارغ اوقات میں قرآن

مجید اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ سیالکوٹ پیپر انڈسٹری کا گڑھ تھا اسلئے یہاں پرشوکت کتب خانے تھی۔ تاریخ کی کتابوں میں اس کی کتب خانے کے ناظموں کے نام دئے گئے ہیں جیسے محمد صالح ابن عیسیٰ خاں، سید علی تبریزی، محمد منصور (مہتمم)، سید علی حسین (مہتمم)اور کبیر خاں(مہتمم)۔

مغلیہ دور حکومت میں ایسی خاتون شعراء ، مصنفین بھی تھیں جو کتابوں کی شوقین تھیں جیسے ماہم انگ(۱۵۶۲)، گلبدن بیگم(۱۶۰۳)، ممتازمحل(۱۶۳۱)، سلیم سلطانہ بیگم(۱۶۱۲)، نور جہاں بیگم(۱۶۴۵)۔شہزادی گل بدن بیگم فارسی اور ترکی میں شعر کہتی تھی۔

زیب النساء کا کتب خانہ

مغل شہزادیاں کتابیں جمع کرنے اور مطالعہ کرنے میں پیش پیش تھیں۔ اورنگ زیب کی بڑی بیٹی زیب النساء (۱۶۳۸ء-۱۷۰۲ء) کو باقاعدہ طور پر مذہبی امور و عقائد کے متعلق تعلیم دی گئی تھی۔ وہ قد آور سکالر اور ادبی شخصیت تھی جو کئی نامور دانشوروں کی سرپرستی کرتی تھی۔ نغمے لکھنے اور گانے کے علاوہ اس نے کئی خوب صورت باغ تعمیر کروائے۔ اس کا دربارادبی اکیڈیمی لگتا تھا جس کا نام بیت العلوم تھا۔ یہاں دانشور نئ کتابیں لکھنے اور تحقیق پر مامور تھے۔کتابیں اس کے نام سے منسوب کی جاتی تھیں۔ اس کے کتب خانے میں لا تعداد قلمی نسخے تھے۔ اس کی شاعری کے مجموعہ *دیوان مخفی* میں۴۲۱ غزلیں تھیں۔ اس نے درج ذیل کتابیں تالیف کیں: *مونس الروح*، *زیب المنشات*، *زیب التفاسیر*۔

عبد الرحیم خان خاناں کتب خانہ

مغلیہ دور حکومت میں اشرافیہ، اعیان ریاست اور ممتاز افراد کے اپنے کتب خانے تھے۔ ہر کسی کی کوشش ہوتی کہ اس کے پاس کتابیں زیادہ ہوں۔ دہلی میں عبد الرحیم خان خاناں(۱۶۲۷) کی پرورش شہنشاہ اکبر کے گھرانے میں ہوئی تھی۔ بشمول پرتگیزی وہ پانچ زبانوں پر عبور رکھتا تھا۔ اس نے 'بابر نامہ' کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔ اس کی مہتمم بالشان کتب خانے تھی جس سے کئی نامور ادیبوں ، دانشوروں نے اکتساب فیض کیا تھا۔ اس کے

کتب خانے سے کتابیں رضا کتب خانے رامپور، خدا بخش کتب خانے پٹنہ اور ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں محفوظ ہیں۔ میر باقی اس کے کتب خانے کا ناظم اور مو لانا ابراہیم نقاش اس کا کتاب دار (چیف لا ئبریرین) تھا۔ کتب خانے میں۹۵ ملازم تھے۔ مشہد کا رہنے والا محمد امین نقاش جلد ساز کتب خانے کے عملہ میں پانچ سو روپے ماہوار پر ملازم تھا۔ شجاع شیرازی یہاں ایک معزز کاتب اور ملامحمد حسین مشاق جلد ساز تھا۔ اسی طرح دہلی کا ایک معزز شخص نواب ابراہیم خاں شاندار کتب خانے کا مالک تھا۔ ہرکتاب پر اس کے مالک کی مہر تھی۔ فارسی کے سکالر شیخ فیضی کے پاس طب، شاعری، فلاسفی پر کتابیں تھیں۔ جہانگیرکا بیٹا شہزادہ (۱۶۲۲) خسرو کتابوں کا شوقین تھا۔ شاہجہاں کے بیٹے دارا شکوہ(۱۶۵۹) کی مصوری کا ذخیرہ انڈیا آفس کتب خانے لندن میں موجود ہے۔

دارا شکوہ کے قدیم کتب خانے کی عمارت اس وقت گرو گوبند سنگھ اندرا پراشتھا یونیورسٹی کشمیری گیٹ دہلی میں واقع ہے۔ وہ ایک عالم فاضل اورماہر ترجمہ نگار تھا۔ اس نے ۵۰ *اپنشد* کاسنسکرت سے فارسی میں ترجمہ کیا۔*مجمع البحرین* اس کی شاہکار کتاب ہے جس میں اس نے ویدانتا، فلاسفی اورصوفی ازم میں مشترک باتوں کو تلاش کیا تھا۔

لکھنو، دریاباد، مرشد آباد، بلگرام کے ارباب علم وسخن کے یہاں بڑے بڑے کتب خانے تھے۔ عوام مساجد کو کتابیں عطیہ میں دیتے جس کی وجہ سے عبادت گاہیں عوامی کتب خانے بن گئیں تھیں۔

ٹیپو سلطان کے کتب خانے

میسور کی ریاست کے حکمراں ٹیپو سلطان(۱۷۵۲ء-۱۷۹۹ء) کی ایک خوبی یہ تھی کہ وہ لوگوں میں قابلیت پہچان لیتا تھا۔ اس نے ہمہ جہت تعلیم کے لیے سکول کی بنیاد رکھی جس کے ساتھ کتب خانے تھی جہاں کتابیں بیجاپور، گولکنڈہ، چیتور، ساوانور، کاڈاپا اور میسور سے لائی گئیں تھیں۔ تمام کتابوں کی جلد چمڑے کی تھی۔ ملٹری آفیسرز کیلئے ٹرینگ کالج کی اپنی نفیس کتب خانے تھی۔ سرنگا پٹم کے کالج جمیع الامور میں مذہب، سیاست اور دیگر امور پر کتابیں تھیں۔ ٹیپو کے ذاتی کتب

خانے میں دو ہزار سے زائد کتابیں تھیں۔ ۲۹ دسمبر۱۷۸۶ء کو اس کو یورپ سے ایک کتاب ملی جس میں تھرمامیٹر پر معلومات تھیں۔ اس نے حکم دیا کہ اس کا فارسی میں ترجمہ کر کے اس کو پیش کیا جائے۔ ہر کتاب کے مطالعہ کے بعد وہ اس پر ''سلطنت خداداد' یا پھر اپنے نام ٹیپو سلطان کی مہر لگا دیتا تھا۔ اس کے کتابوں کے مجموعہ میں ایک نادر قرآن تھا جس کی کتابت اورنگ زیب عالمگیر نے کی تھی جو بعد میں برٹش رائیل کتب خانے ،ونڈسرکاسل میں بھیج دیا گیا۔ برطانوی فوج کے خلاف لڑائی میں جب اس کو ۱۷۹۹ء میں شکست ہوئی تو دو ہزار کتابیں جن میں سے بعض ایک کی جلد پر ہیرے تھے ، برطانوی فوج کے ہاتھ لگ گئے۔ ۱۸۳۸ء میں تمام نایاب کتابیں لندن بھجوا دی گئیں۔

رضا کتب خانہ رامپور

یہ کتب خانے ہندی، اسلامی ثقافت و تہذیب کا مخزن ہے جسکی بنیاد اٹھارویں صدی کے آخر میں رکھی گئی تھی۔ ریاست کے حکمراں محمد سعید خاں کے دور حکومت میں شاہی کتب خانے کا نام ''کتب خانہ ریاست رامپور'' تھا۔ نواب حامد علی خاں نے کتب خانے کی عربی اور فارسی مخطوطوں کی فہرست ۱۹۲۸ء میں تیار کروائی۔ نامور شخصیات جیسے امیر مینائی، حکیم اجمل خاں، امتیاز علی خاں عرشی اس کے چیف لائبریرین تھے۔ کتب خانے میں ۱۸۸۹ء میں ۹۳۴۷ کتابیں تھیں پھر اس میں اضافہ ہوتا گیا اور ۱۹۲۷ء میں۲۴،۱۱۷، اور اس وقت۵۵،۰۰۰ ہیں جن میں سے۱۵،۰۰۰ نادر قلمی مسودات ، تاریخی دستاویزات، ہئیت کے آلات، پینٹنگز ہیں۔[21]

خدابخش کتب خانہ پٹنہ

کتب خانے کی بنیاد ۱۸۹۱ میں بہار کے مولوی محمد بخش نے رکھی تھی۔ آپ کے فرزند خان بہادر خدا بخش(۱۹۰۸ء) کو ۱۴۰۰ مسودات ورثہ میں ملے تھے۔ خدا بخش نے ہندوستان کے کونے کونے کا سفر کیا تا کہ کتب خانے کیلئے مزید کتابیں حاصل کرسکیں۔ آپ کے نمائندوں نے قاہرہ، دمشق، بیروت اور تہران کے کتابوں کے بازاروں کو ۱۸ سال تک اچھی کتابوں کیلئے تلاش کیا۔ پٹنہ کے متمول خاندانوں نے کتب خانے کیلئے ۱۹۰۴ء میں کتابیں

عطیہ میں دیں۔ کتب خانے میں موجود کتابوں کی فہرست ۱۹۵۰ء میں۲۲ جلدوں میں شائع ہوئی۔ یہاں ۳۴۰ نادر الوجود مسودات ہیں بشمول *تیمور نامہ*، *شاہ نامہ*، *دیوان حافظ*، *سفینۃ الاولیاء*۔ اس کے علاوہ ۱۱۲ پینٹنگز ہیں۔ قرآن مجید کا ایک مقدس صفحہ بھی ہے جو ہرن کی کھال پر لکھا ہوُا ہے۔ کتب خانے ۲۵۰،۰۰۰ کتب موجود ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد کتب خانہ علی گڑھ

کتب خانے کی بنیاد ۱۸۷۷ء میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کے قیام کے وقت رکھی گئی تھی۔ سات منزل کی یہ ایشیا کی دوسری سب سے بڑی کتب خانے ہے۔ یہاں چودہ لاکھ ۱،۴۰۰،۰۰۰ کتابیں، رسائل، پمفلٹ، مسودات، پینٹنگز اور تصاویر ہیں۔علم بصریات کے باوا آدم ابن الہیثم کی کتاب *المناظر* کا لاطینی میں ترجمہ جو ۱۵۷۲ میں یورپ میں ہوُا یہاں موجود ہے۔ یہاں ۱۵،۱۶۲ بیش قیمت نوادرات ہیں جیسے کوفی رسم الخط میں پارچمنٹ پر لکھا کوفی نسخ میں مسودہ جس کو حضرت علیؓ سے منسوب کیا جاتا ہے۔مغل بادشاہوں (بابر، اکبر، شاہ جہاں، شاہ عالم، شاہ عالمگیر)کے فرامین، ایک قمیض جس پر مکمل قرآن مجید خفی نسخ میں کتابت کیا ہوُا ہے۔

کتب خانے کے اورینٹل ڈویژن میں دو لاکھ کتابیں ہیں جبکہ اردو کی یہاں ایک لاکھ کتابیں ہیں۔

ابن سینا اکیڈمی کتب خانہ علی گڑھ

اکیڈمی یونانی میڈیسن اور ہسٹری آف میڈیسن پر تحقیق کیلئے عالمی حیثیت رکھتی ہے۔ یہاں بیس ہزار نہایت بیش قیمت اور نادر کتابیں اور پانچ سو قلمی مخطوطات ،مائیکروفلم، کم پیکٹ ڈسکس اور کثیر تعداد میں رسائل و جرائد ہیں۔ اکیڈمی میں خاص طور پرفارسی، اردو، انگریزی، سنسکرت اور عربی میں ہسٹری آف میڈیسن، طب یونانی، عہد وسطیٰ کی طب، علم الادویاء پر کتابوں کا مخزن ہے۔ پھر برصغیر ہند و پاکستان کے مشہور شعراء و نامور افراد غالب، اقبال، سرسید احمد خاں پر خاص مجموعے اور رسائل کے پرانے شمارے ہیں۔ غالب

سٹڈی سینٹر میں مرزا غالب پرلکھی جانے والی کتابوں اورجرائد کا سب سے بڑا مجموعہ ہے۔ خاص طور پر غالب کی صد سالہ برسی پرشائع ہونیوالے ''غالب نمبرز'' جو ۱۹٦۹ء میں منائی گئی تھی۔ اکیڈیمی کے بانی اور روح رواں ۴۵ کتابوں کے مصنف پروفیسر حکیم سیدظل الرحمٰن پدما شری ہیں۔ راقم کوحکیم صا حب کی صحبت میں چند روز رہنے اور فیض یاب ہونے نیز اکیڈیمی میں نادر الوجود نوادرات ، رسائل کو نومبر ۲۰۱۳ء میں دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔

سلطنت عثمانیہ۱۲۹۹-۱۸۲۳

استنبول کے کتب خانے

سلطنت عثمانیہ کے زیر حکومت اسلامی دنیا کے تمام معروف شہر رہے تھے جیسے بغداد، قاہرہ، دمشق، مکہ، مدینہ، یروشلم۔ سلطنت عثمانیہ میں نئے مدرسے، کالجز اور کتب خانے سترویں صدی میں قائم ہوئی تھیں۔ محکمہ اوقاف کے قیام کے بعد کتابوں کی اشاعت، فروغ اور ترسیل کا کام نئے نہج پر شروع ہوگیا۔ کتب خانوں میں تنخواہ پر عملہ تعینات تھا۔ استنبول میں۱٦۷۸ میں ایک خاص عمارت میں کتب خانہ قائم کیا گیا جو خاص اس مقصد کیلئے تعمیر کی گئی تھی۔ ٹوپکاپی محل میں عربی کے سب سے زیادہ مسودات جمع ہو گئے تھے۔ اس وقت یہاں۱۴،۰۰۰ مسودات ہیں، ۱۸،۰۰۰مختصر نقش (miniatures) ہیں جن کی چھ صد البم ہیں۔ سائنس، تاریخ، مذہب، ادب پر ان گنت کتابیں ہیں۔ ٹوپکاپی پیلس میوزیم میںایک زمانے میں دنیا کی سب سے زیادہ کتابیں پائی جاتی تھیں۔

پاکستان کے کتب خانے

قومی کتب خانہ پاکستان

نیشنل لائبریری آف پاکستان کا افتتاح ۱۹۹۳ء میں اسلام آباد میں ہوا تھا۔ یہ ایک قومی اثاثہ یا مخزن کتب خانے depository library ہے جس کا مقصد قوم کے ادبی ودانش

ورثہ کی حفاظت اور ترسیل ہے۔ یہاں ۱۳۰،۰۰۰ کتابیں، ۱۰۰۰ جرائد و رسائل، ہیں۔ کتابوں کا بڑا حصہ مخطوطوں اور نادر کتابوں پر مشتمل ہے۔ کتب خانے کے ایک شعبہ ماڈل چلڈرن لائبریری میں ۹،۰۰۰ اردو اور انگریزی کی کتابیں ہیں جن میں بعض نابیناؤں کے لیے رسم تحریر و طباعت جس میں حروف اُبھرے ہوئے ہوتے ہیں (Braille) پر ہیں۔ کتب خانے میں ایک ملین کتابوں کی جگہ ہے اور ریڈنگ روم میں پانچ سو افراد مطالعہ کر سکتے ہیں۔ ورکشاپس، کانفرنسز اور سیمینارز کیلئے جلسہ گاہ بھی ہے۔ کتب خانے کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان، اس کے عوام، ثقافت پر کتابیں جمع کی جائیں یا وہ کتابیں جو پاکستان کے متعلق غیر ممالک میں لکھی گئی ہیں۔

قائد اعظم یونیورسٹی کتب خانہ

اس کا نام ڈاکٹر ریاض الدین صدیقی میموریل کتب خانے ہے تا کہ یونیورسٹی کے پہلے چانسلر کی خدمات کا اعتراف کیا جا سکے۔ یہاں ۲۳۰،۰۰۰ کتابیں، آڈیو ویژول اور ۳۵،۰۰۰ تحقیقی رسالے ہیں۔ اقوام متحدہ کی مطبوعات کیلئے یہ دار الامانت ہے۔ مختلف شعبوں سے متعلق علمی تحقیق کے لیے آٹھ کتب خانے ہیں۔

پنجاب پبلک لائبریری

نیو یارک کی ایک لا ئبریرین Asa Dickonson نے پنجاب کتب خانے ایسوسی ایشن کی بنیاد ۱۹۱۵ء میں رکھی تھی۔ لاہور میں جو ٹریننگ پروگرام ترتیب دیا گیا وہ مشرق میں پہلا کتب خانے سکول تھا۔۲۲ ڈکنسن کا ایک شاگرد خلیفہ محمد اسد اللہ (۱۸۹۰-۱۹۴۹) گورنمنٹ کالج لاہور کا پہلا تربیت یافتہ مہتمم تھا۔ ازاں بعد خلیفہ اسد اللہ نیشنل کتب خانے آف انڈیا کے چیف لا ئبریرین کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ پنجاب پبلک کتب خانے میں کئی شعبے ہیں: میکانیاتی علوم، کتب حاصل کرنے کا عمل، کتابوں کی نشر و اشاعت، حوالے کی کتابیں، شعبہ بیت القرآن، بچوں کی کتابوں کا شعبہ، شعبہ کمپیوٹر اور ای لائبریری۔ شعبہ بیت القرآن کی بنیاد ۱۹۶۸ء میں رکھی گئی تھی۔ یہاں قرآن مجید کے متعدد نسخے ہیں جن میں کچھ پانچ سو

سال پرانے ہیں۔ نیز پاکستان کے مختلف شہروں سے ہاتھ کے لکھے قرآن مجید اور شائع شدہ قرآن ہیں۔ قرآن کے اس صفحہ کی فوٹو کاپی جو حضرت عثمان غنیؓ تلاوت فرماتے تھے اور مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے ہاتھ کا لکھا ہوُا قرآن شریف بھی یہاں موجود ہے۔

ٹمبکٹو (مالی) کے کتب خانے

ٹمبکٹو شہر کی شہرت اسلامی مخطوطات کی بناء پر ہے۔ یہاں علم طب، آرٹ، فلسفہ، حکمت اور سائنس پر تقریباً۷۰۰،۰۰۰ مسودے پائے جاتے ہیں۔قلمی مسودات کی کثیر تعداد عربی میں ہے لیکن مقامی زبانوں Manding, Songhay and Tamasheq زبانوں میں بھی لکھے ہوئے ہیں۔ یہاں پرانے قرآن مجید کے نسخے بھی ہیں۔ یہ بیش قیمت سرمایہ مالی سلطنت کے آغاز تیرھویں صدی سے لے کر فرنچ کی آمد تک یعنی بیسویں صدی تک منصۂ شہود پر آیا تھا۔ یہاں ضخیم علمی کتابوں کے ساتھ نجی خطوط بھی ہیں۔ کئی ایک مسودات خاندانوں میں پائے گئے اور بری حالت میں ہیں۔ اکتوبر۲۰۰۸ء میں سیلاب گھروں تک پہنچ گیا اور سات سو مخطوطے آسودہ خاک ہوگئے۔ ان مسودات کی مکمل فہرست موجود نہیں ہے۔ ماما حیدارا کتب خانے ٹمبکٹو اور احمد با با کولیکشن سے۱۶۰ مسودات ڈیجے ٹائز کئے جا چکے ہیں۔ ان مسودات کی الیکٹرونک کیٹیلاگ بھی تیار کی جارہی ہے تا کہ دنیا بھر میں محققین ان پر تحقیق کا کام کرسکیں۔۲۳

چن گوئٹی Chinguetti(ماریطانیا)کے قدیم شہر میں چھ ہزار پرانے مسودات موجود ہیں۔فیض (مراکش) کی اسلامک یو نیورسٹی میں قدیم ترین قرآن مجید کا مجموعہ دستیاب ہے۔

اسلامک انسٹی ٹیوٹ کا کتب خانہ ڈاکر (سینی گال)

یہ کتب خانہ ۱۹۶۴ء کو قائم ہوا اور جامع مسجدمیں واقع ہے۔ اسلامک انسٹی ٹیوٹ عوامی ادارہ ہے جو منسٹری آف ایجوکیشن کے تحت اسلامی تحقیق اور تدریس کیلئے مختص ہے۔ کتب خانہ شہزادہ نائف بن عبد العزیز السعود کے نام پر ہے جس نے اس کا افتتاح ۹، اکتوبر ۲۰۰۴ء کو کیا تھا۔

احمد بابا انسٹی ٹیوٹ (ٹمبکٹو) کا قیام ۱۹۷۰ء میں عمل میں آیا تھا۔ یہ ادارہ سولہویں صدی کے سکالر احمد بابا کے نام پر ہے جس نے عربی میں ۴۰ کتابیں سپرد قرطاس کی تھیں۔ یہاں۳۰،۰۰۰ کے قریب مسودات پائے جاتے ہیں جن کے مطالعے کے بعد ان کی فہرست تیار کی جارہی ہے۔ ۲۰۱۳ء میں داعش کے پیروکاروں نے انسٹی ٹیوٹ کو نذر آتش کر دیا اور بیس ہزار مسودات سپرد خاک ہو گئے تھے۔(زاہدہ حنا، روزنامہ *ایکسپریس*، لاہور، ۳۱ جولائی، ۲۰۱۶ء)

میگل McGillیو نیورسٹی کتب خانے مانٹریال

اسلامک سٹڈیز کتب خانے اور انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز کی بنیاد مشہور و معروف مستشرق پروفیسر ولفریڈ کنٹویل سمتھ W.C. Smith نے 1952ء میں رکھی تھی۔ کتب خانے میں ۱۰۰،۰۰۰ کتابیں، رسائل وجرائد ہیں جو تمام اسلامی تہذیب پر محیط ہیں۔ کینیڈا میں اس قسم کی کتب خانے اس لحاظ سے منفرد ہے۔ اسلامک سٹڈیز کا مجموعہ تین حصوں میں تقسیم ہے: طبع شدہ، مسودات اور سمعی و بصری مواد۔ یہاں مختلف موضوعا ت پر کتابیں ہیں؛ عربک ادب، ایرانین سٹڈیز، اسلامک تاریخ، اسلامک زبانیں (اردو، فارسی، ترکش)، اسلامک ذرائع شریعہ اور قرآن، مشرق وسطی کی تاریخ، ترکش سٹڈیز، ساؤتھ ایشین سٹڈیز۔

قطر ڈیجیٹل کتب خانہ

قطر فاؤنڈیشن اور برٹش کتب خانے کے باہم اشتراک سے اس آن لائن کتب خانے کا قیام اکتوبر ۲۰۱۴ء میں عمل میں آیا تھا۔ قدیم دستاویزات اور کتابوں کی یہ مشرق وسطیٰ میں سب سے بڑی آن لائن کتب خانے ہے۔ اس کا مقصدقدیم اسلامی اور عربی علم و دانش کے ورثہ کو محفوظ کر نا ہے۔ اب تک آٹھویں اور نویں صدی کے عربی مسودات کو ڈیجے ٹائز کیا جا چکا ہے اور وہ انٹرنیٹ پر ہر متلاشی علم کیلئے دستیاب ہیں۔

امید کی جاتی ہے کہ ۲۰۱۸ء تک یہاں ۱،۱۲۵،۰۰۰ قلمی مسودات اور دستاویزات ڈیجے ٹائز کئے جا چکے ہوں گے۔ برٹش کتب خانے میں اس وقت پانچ لاکھ صفحات ایسے ہیں جن کا تعلق خلیج کی ریاستوں سے ہے۔ جبکہ پچیس ہزار صفحات کا تعلق عہد وسطیٰ کی عربی میں

سائنسی مسودات سے ہے۔ حنین ابن اسحٰق کی کتابوں کے تراجم ، یا اس کی اپنی تصنیف المسائل فی الطب آٹومیشن کے مراحل سے مکمل ہو گئی ہے۔ باوا آدم الجزری کی عربی میں کتاب فی معرفۃ الحیل الہندسیۃ کا مطالعہ آن لائن کیا جا سکتا ہے۔

حرف آخر

قارئین اس مضمون میں صرف اہم کتب خانوں کا ذکر کیا گیا ہے ہر کتب خانے کا نہیں۔ اگرآپ کسی کتب خانے کا اضافہ کر نا چاہتے ہیں تو راقم سے ای میل سے رابطہ فرمائیں۔ انگلش میں اصل مضمون درج ذیل ویب سائٹ پرموجود ہے۔

https://www.academia. edu/27909814/Libraries_of_the_Muslim_World_859-2000_

میری ذاتی کتب خانے میں پانچ سو سے زیادہ کتابیں ہیں کیونکہ میں زیادہ تر کتابیں کتب خانے سے لاکر تین سے چھ ہفتے میں پڑھ کر واپس کر دیتا ہوں کیونکہ یہی واپس کرنے کی میعاد ہوتی ہے۔ کچھ پرانی کتابیں بھی میری کتب خانے کی زینت ہیں جن کی تفصیل یوں ہے: (1)قلمی مسودہ شرح کتاب *العالم والمتعلم* منسوبہ امام اعظم ابو حنیفہ از ابو بکر محمد ابن فراق الاصفہانی تاریخ ہجری AD۱۵۲۸/ AH۹۳۵ (2) جوزف پریسٹلی / *ہسٹری آف کرپشن آف کرسچینٹی* لندن Joseph Priestly ۱۸۷۱ (3) صوفی مطیع الرحمٰن / *لائف آف محمد* انگلش شکاگو۱۹۴۱ء (4) قرآن مجید۔ بڑی تقطیع 1"۹.۵"×۴" ملک محمد دین تاجر کتب کشمیری بازار لاہور ۱۸۹۱ء (۵)*علم الفلک : تاریخ عند العرب فی القرون الوسطیٰ*، ملخص الما ضرات التی القاھا با الجامعۃ المصریہ حضرۃ الفاضل السنیور کرلو نلینو ، طبع بمدینۃ روما العظمی سنۃ ۱۹۱۱ *Arabian Astronomy* by Carlo Nalino Roma 1911.

حوالہ جات

1. Stuart Murray, *The Library: An Illustrated History,* Chicago 2009, p. 95.
2. http://www.muslimheritage.com/article/origins-islamic-science
3. Mrs. Asma Khan, Karachi University Library Science Alumni Association, Canada, online magazine Jan-Jun 2015.
4. Hugh Kennedy, *When Baghdad Ruled the Muslim World,* Da Capo Press, Cambridge, MA 2004, p. 252.
5. Quoted by Shafiq Qaisar (1939-1979) *Kutub Khanay,* Amritsar, India, 2009, p. 214.
6. *Encyclopedia of Lib Science & Info Sci.* / page 66, vol 13
7. P.K. Hitti, *Capital cities of Arab Islam,* p. 124.
8. *International Encyclopedia of Information and Library Science,* p. 421. www.google.ca/books
9. E.J. Brill's *First Encyclopedia of Islam* 1913-1936, Volume 1
10. https://en.wikipedia.org/wiki/Central_Library_of_Astan_ Quds_Razavi
11. Stuart Murray, *The Library- An illustrated history*, Chicago 2009, p. 56.
12. Ehsan Masood, *Science in Islam, A history,* London, 2009, p. 53.
13. At Canterbury (UK) the library was 60'x22'. It had 2000 books only.
14. P.K. Hitti, *Capital Cities of Arab Islam,* Minneapolis, USA, 1973, p. 154.

۱۵۔ شفیق قیصر، کتب خانے، امرتسر، انڈیا، ۲۰۰۸ء، ص ۲۴۶۔

16. Richard Erdoes, *1000AD World on the brink of apocalypse*, Berkley, Seastone USA, 1998, pp. 60-61.

17. *A Concise History of Catholic Church,* NY Doubleday, 1979 pp. 172-173.
18. Dr. Ramesh Kumar Bhatt, *History and Development of Libraries in India,* New Delhi, 1995, p. 29
19. Azad Bilgrami, *Urdu Tarikhe Hindustan,* Volume 5, 1918 Aligarh, p. 994. online- www.pdfbooksfree.com
20. Stuart Murray, *The Libraries,* Chicago 2009, p. 104
21. 21.Muhammad Taher, *Librarianship and Library Science in India,* 1994, p. 85.
22. Stuart Murray, *The Libraries,* Chicago 2009, p. 210.
23. https://en.wikipedia.org/wiki/Grand_Mosque_of_Dakar